۲۲/اپریل ۱۹۷۱ء

ہفتہ وار

# ہماری زبان

جلد ۳۰ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | شمارہ ۱۶

اس شمارے میں



اداریہ

## کچھ اقبالؔ کے بارے میں

اقبالؔ کے انتقال کو پورے تینتیس (۳۳) برس ہو گئے۔ اقبالؔ کی عظمت کا اعتراف تو عام ہے۔ اُن کی آفاقیت کو بھی تسلیم کیا جاتا ہے مگر جس طرح پاکستان میں ان کی ادبی عظمت سے زیادہ ان کے سیاسی خیالات پر زور دیا جاتا ہے، اسی طرح ہندوستان میں چونکہ ان کی فکر کی بنیاد اسلام ہے اور چونکہ ان کے نام کے ساتھ پاکستان کا تصوّر وابستہ ہو گیا ہے، اس لئے عام طور پر انھیں اسلامی شاعر یا پاکستان کا نقیب یا ماضی پرست کہہ کر کچھ حلقوں میں مطعون بھی کیا جاتا ہے، دراصل ٹیگور اور اقبالؔ بیسوی صدی کے ہندوستان کے وہ دو بڑے شاعر ہیں جن کی بلندی اور عظمت کو کوئی دوسرا شاعر نہیں پہنچ سکا۔ دونوں ہندوستانی نشاۃ الثانیہ کی پیداوار ہیں۔ دونوں آفاقی شاعر ہیں، ایک نے ویدانت اور تصوف سے زیادہ اثر قبول کیا اور سب کو محبت اور روحانی بیداری کا پیام دیا۔ دوسرے نے اسلامی فکر اور مغربی فکر دونوں کو سمو کر ایک آفاقی نظریہ پیش کیا اور حرکت اور عمل پر زیادہ زور دیا۔ اگر کالی داس، ہومر، دانتے، ملٹن، گوئٹے کی عظمت کو ماننے کے لئے ان کے مذہبی نظریے سے اتفاق ضروری نہیں، تو ٹیگور یا اقبالؔ کی عظمت کا اعتراف کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اُن کے نظریے یا مذہبی فکر سے بھی اتفاق کیا جائے۔ ٹیگور اور اقبالؔ یوں تو بہت کچھ ہیں مگر دراصل شاعر ہیں۔ جب اقبالؔ یہ کہتے ہیں کہ میری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھا جائے تو اس بات کو صرف ایک انداز بیان سے زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیے۔ میرؔ نے بھی تو کہا تھا کہ انھیں شاعر نہ کہا جائے، انھوں نے صرف درد و غم جمع کرکے دیوان کہا ہے، اقبالؔ یا ٹیگور بہت بڑے فنکار ہیں۔ ان کے فن میں گہرائی ان کی حکیمانہ نظر سے آئی ہے۔ حکمت اور فلسفہ اور سیاست سے نہیں، حکمت، اور فلسفہ اور سیاست کے شعر بننے اور فن میں ڈھلنے سے، بڑی شاعری نظریے کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے اور بغیر نظریے کے بھی، بڑی شاعری کی پہچان فکر و فن کے ایک دوسرے میں حل ہونے، شعر کے ایک طلسمی دنیا بنانے، اپنی فضا پیدا کرنے، الفاظ کے تہ دار اور پہلو دار ہونے، تجربے کے پیچیدہ (COMPLEX) ہونے مگر شعر میں مربوط (COHERENT) بن جانے اور اس کی فکر کے اپنی دنیا میں منطقی ہونے میں ہے۔ میرؔ کا ایک مشہور شعر ہے ؎

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

یہ بڑا خوبصورت شعر ہے گو اس کے پیچھے جو فلسفہ ہے

اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

فی کاپی: ۱۵ پیسے
قیمت سالانہ: ۵ روپے

وہ زندگی میں جد و جہد کا ولولہ کم کرتا ہے اور آدمی کو ایک طرح کی جبریت کی طرف لے جاتا ہے، مگر اس وجہ سے شعر کی خوبی میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ یہ ایک سچا اور گہرا تجربہ ہے اور اپنی جگہ مکمل اور اس کا اظہار فنکارانہ حسن کے ساتھ ہوا ہے۔

انیس کا ایک شعر ہے ؎

انیس دم کا بھروسہ نہیں ٹھہر جاؤ
چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے

یہ بھی ایک خوبصورت شعر ہے۔ جس طرح پہلے شعر میں کارگہ شیشہ گری کی ترکیب کلیدی ہے اور اس کے ذریعہ سے گنجینۂ معنی کا ایک طلسم کھل جاتا ہے، اس طرح 'چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے'، ایک ایسی ذہنی تصویر ہے جس کے ذریعہ سے پورے شعر کا جادو ہم پر چل جاتا ہے، گو یہاں بھی بالآخر زندگی کی جبریت کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے اور انسان کی فطرت کے مقابلے میں بے بسی ظاہر کی گئی ہے۔

اس طرح اقبال کا ایک شعر ہے ؎

جینے کا جگر چاہیے شاہیں کا تجسس
جی سکتے ہیں بے روشنیِ دانش و فرہنگ

تو یہاں شعر کی خوبی کا اعتراف کرتے ہوئے شاعر سے اتفاق ضروری نہیں، کیونکہ شاعری مربوط فلسفہ نہیں ہوتی۔ غالب یا شیکسپیئر دونوں کے یہاں کوئی ایک نظریہ نہ ملے گا۔ یہ زندگی کے ہر پہلو کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان کے یہاں جو تضاد نظر آتا ہے وہ زندگی کا تضاد ہے، مگر ان کی نظر نے زندگی کو روشن کیا ہے، حسن کو آئینہ دکھایا ہے اور ہماری بصیرت میں اضافہ کیا ہے۔ غالب اور اقبال میں فرق یہ ہے کہ اقبال کے یہاں ایک ذہنی ارتقا ہے اور ایک نظریہ اور ایک مرکزی فکر۔ اس نظریے اور مرکزی فکر نے اقبال کی شاعری میں ایک ایسی ہم آہنگی پیدا کر دی ہے جو ہر حیثیت سے ان کی شاعری کی معنویت اور اہمیت کی ضامن ہے۔

مشرق میں ابھی تک عام طور پر شعر و ادب کی اپنی مخصوص بصیرت کا اعتراف کما حقہ نہیں ہوا ہے۔ اسے یا تو مذہب کا خادم یا اخلاق کا قائم مقام یا سیاست کا نقیب یا کسی آئڈیالوجی کا ترجمان سمجھ کر اس کی قدر و قیمت کا اعتراف کیا گیا ہے۔ شعر فرد کا کارنامہ ہے، گو فرد کو سماج سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا، مگر یہ فرد جب فن میں ظاہر ہوتا ہے تو فن، فنکار سے علیحدہ ایک مخصوص اور انفرادی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ ہم لوگ اب تک فن کی اس آزاد اور خود مختار زندگی کے عادی نہیں ہوئے فنکار کی شخصیت کے کسی نمایاں پہلو سے متاثر ہو کر اسی پہلو سے فن کو بھی دیکھتے ہیں۔ اقبال کا فن ہماری ایک بڑی دولت ہے، غالب اور اقبال، میر اور سودا، انیس اور نظیر، سرسید اور حالی، سرشار، پریم چند، چکبست، فراق سبھی ہماری ناقابل تقسیم دولت ہیں، اردو کو اپنے سرمائے کی ہمہ گیری پر فخر ہے۔ اسی ہمہ گیری میں اس کی عظمت ہے اور اس کے ذریعہ سے تہذیب اور انسانیت، فطرت اور کائنات، دھرتی اور آکاش سبھی کی آئینہ داری اردو ادب میں ہوتی آئی ہے۔ اسی روایت کو ہمیں آگے بڑھانا ہے۔ اس میں ہندوستان بھی ہے، ایشیا بھی اور عالمی فضا بھی۔ کوئی کسی پہلو پر زیادہ زور دیتا ہے کوئی کسی دوسرے پہلو پر مگر سب مل کر ہمارے جلوۂ صد رنگ کو مکمل کرتے ہیں۔

---

## اعجاز صدیقی پر دورۂ قلب و دماغ

بمبئی: ۳/اپریل بروز سنیچر شب کے آٹھ بجے مشہور ادیب و شاعر جناب اعجاز صدیقی (مدیر "شاعر" بمبئی) پر دماغی دورہ پڑا اور اس کے دو دن بعد ۵/اپریل کو شب کے آٹھ بجے وہ قلب کے سخت دورے میں مبتلا ہو گئے۔ دو دن کے بعد پھر ہارٹ اٹیک ہوا۔ آپ مشہور معالج قلب ڈاکٹر بی کے گوئل کے زیر علاج ہیں۔

اردو دوستوں سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

• نامہ نگار

## ریڈیو ڈرامہ کا فن پر پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری

وکرم یونیورسٹی اجین نے جناب اخلاق اثر آل انڈیا ریڈیو بھوپال کو ان کے مقالے "ریڈیو ڈرامہ کا فن" پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ جناب اخلاق اثر نے یہ تحقیقی مقالہ گورنمنٹ حمیدیہ کالج بھوپال کے شعبۂ اردو میں ڈاکٹر ابو محمد سحر کی نگرانی میں لکھا ہے۔ • نامہ نگار

## تیس دن میں اردو

عبدالغفار مختر کی کتاب "تذکیر و تانیث" کافی مقبول ہوئی۔ لہٰذا اب ان کی نئی کتاب "تیس دن میں اردو" چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے۔ جو غیر اردو داں طبقہ کے لئے جو اردو میں دلچسپی رکھتا ہے بہت مفید اور سود مند ہے۔

اے۔ این۔ پرویز

اکبر علی خاں عرشی زادہ

# نسخۂ عرشی زادہ سے متعلق

## چند گزارشات

جناب عبدالقوی دسنوی کا مراسلہ ہماری زبان بابت ۲۲ مارچ ۸۹ء میں شائع ہوا ہے، جس میں موصوف نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ مولانا عرشی نے دیوان غالب بخط غالب سے اپنے مضمون مشمولہ آجکل (جون ۶۹ء) میں غالب کی ۲۰ غیر معروف اردو غزلوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ بظاہر دسنوی صاحب کا یہ ارشاد درست ہے مگر دراصل یہ کاتب رسالۂ آجکل کا سہو ہے۔

مئی ۶۹ء کے پہلے دو ہفتوں میں مجھے زیر بحث دیوان دیکھنے کا موقع ملا۔ اس زمانے میں بارہ روز کئی کئی گھنٹے صرف کرکے میں نے نسخۂ حمیدیہ سے اس دیوان کا مقابلہ کیا اور نسخۂ حمیدیہ کے حاشیوں پر مذکورہ نسخے کے اختلافات نیز متفرق نودریافت اشعار وغیرہ درج کرتا گیا۔ البتہ مکمل نودریافت غزلیں اور فارسی رباعیاں علیحدہ کاغذوں پر نقل کیں۔ ہاں اردو رباعیاں بھی نسخۂ حمیدیہ ہی پر درج کردیں۔ مقابلے سے پتہ چلا کہ ۲۵ غزلیں نسخۂ حمیدیہ سے غیر حاضر ہیں۔ ان میں سے ۲۴ غزلوں سے اہل علم قطعاً ناواقف تھے۔ ایک ایسی بھی تھی جو چند سال قبل ضمیمۂ نسخۂ عرشی میں ہماری زبان کے حوالے سے میں نقل اور شائع کرچکا تھا۔ بعد ازاں تذکرۂ گلشن ہمیشہ بہار کی رُو سے اس غزل کی غالب سے نسبت مشکوک ہوگئی تھی مگر دیوان غالب بخط غالب میں اس کا وجود پہلی بار اسے درجۂ استناد بخش رہا تھا اس لئے مستند کلام کی حیثیت میں اسے بھی میں نے نودریافت غزلوں میں شمار کیا۔

مولانا عرشی نے میری مذکورہ یادداشتوں ہی کی بنیاد پر آجکل والا مضمون تحریر فرمایا، اس لئے قدرتاً اس مضمون میں بھی ۲۵ غزلیں ہی نودریافت قرار دی گئیں۔ آجکل میں اشاعت کے لئے ارسال کرنے سے قبل میں نے ایک صاحب سے اس مضمون کی تین چار کاربن کاپیاں تیار کرائی تھیں انھیں میں سے ایک آجکل کے لئے بھیجی گئی تھی اور ایک آج بھی میرے پاس موجود اور اس وقت پیش نظر ہے۔ اس لئے میں بالیقین کہہ سکتا ہوں کہ جو صورت میرے پیش نظر کاپی میں ہے وہی اس کاپی میں بھی تھی جو آجکل کو بھیجی گئی۔ پیش نظر کاپی سے معلوم ہوا کہ ۲۵ نودریافت غزلیں گنائی گئی ہیں۔ آجکل کے کاتب نے ۵ کو صفر پڑھ کر بجائے ۲۵ لکھنے کے ۲۰ کتابت کردیا ہے۔ اس التباس کی وجہ یہ ہوئی کہ ناقل نے ۵ کا ہندسہ قدرے خفیف بنایا ہے اور اس کی شکل انگریزی کے صفر کی طرح گول ہے۔

اس صورت حال سے واضح ہوجاتا ہے کہ ہماری جانب سے ہمیشہ ۲۵ غیر معروف غزلیں بتائی گئی ہیں۔

یہاں غیر معروف کلام کے سلسلے میں اپنی تین غلطیوں کا بھی ذکر کردوں جن میں سے دو کی بر وقت گرفت اور صحت ہوگئی مگر ایک نظر انداز ہوگئی۔

(۱)

میں نے نودریافت متفرق اشعار کے تحت سہواً ایک شعر یہ بھی نوٹ کرلیا تھا ؎

کرتا ہے گل جنون تماشا کہیں جسے
گلدستۂ نگاہ سویدا کہیں جسے

لیکن یہ شعر نودریافت نہیں ہے اس لئے کہ نسخۂ حمیدیہ میں بشکل ذیل موجود ہے ؎

حسرت نے لا رکھا تری بزم خیال میں
گلدستۂ نگاہ سویدا کہیں جسے

گویا دیوان غالب بخط غالب سے محض اس شعر کی اوّلین غیر اصلاحی شکل سامنے آئی مکمل شعر پہلی بار دریافت نہیں ہوا۔ مقدمۂ نسخۂ عرشی زادہ کے نودریافت کلام پر مشتمل حصے "یادآورد" میں بھی میری غلطی سے یہ شعر شریک ہوگیا۔

اختر نظمی

### غزل

وہ مخاطب ہیں کیا، کہا جائے
بات دل کی نہ لب تک آجائے

میری جانب نہ پھینکئے پتھر
زد میں ممکن ہے کوئی آجائے

گھر سے باہر بھی جی نہیں لگتا
گھر میں رہ کر بھی کیا، کیا جائے

نقش ابھرتے ہیں یاد کے جیسے
رنگ سے رنگ چھوٹتا جائے

صرف میری طرف نہیں اٹھتیں
اُن نگاہوں کو کیا، کہا جائے

راستے کیسے جگمگاتے ہیں
دیکھئے گا، اگر وہ آجائے

دل بہت دیر میں تو سنبھلا ہے
پھر نہ ان کا خیال آجائے

آپ ٹھہرے وفا شعاروں میں
بے وفا اب کسے کہا جائے

اور آگے نہ جاؤں گا نظمی
راستہ اب کہیں چلا جائے

(۲)

دوسری غلطی نو دریافت کلام کے سلسلے میں مجھ سے یہ ہوئی کہ میں نے درج ذیل شعر "باد آورد" میں نقل نہیں کیا۔

نہیں ہے حوصلہ پامرد کثرت تکلیف
جنون ساختہ حرز فسون دانائی

(۳)

اسی طرح تیسری غلطی یہ ہوئی کہ درج ذیل شعر بھی "باد آورد" میں شامل نہیں ہوا۔

نقش رنگینی سعی قلم مانی ہے
یکم دامن صد رنگ گلستان زدہ ہے

موخر الذکر دونوں اشعار باد آورد مرتب کرتے وقت نسخۂ حمیدیہ پر میری یادداشتوں سے نقل نہ ہوئے مگر حواشی نسخۂ عرشی زادہ کی ترتیب کے موقع پر میں نے ایک بار پھر ان تمام یادداشتوں کو ایک ایک کرکے دیکھا اور نقل کرنا شروع کیا تو ان دونوں متروک شعروں پر بھی نظر پڑی اور ہر گرفت میں آگئے۔ چونکہ باد آورد چھپ چکا تھا اور حواشی کی طباعت باقی تھی اس لئے حواشی میں ان اشعار کی نشاندہی ممکن تھی۔ چنانچہ میں نے غلطی نمبر ۲ سے متعلق یہ نوٹ لکھا:

"یہ نو دریافت شعر ہے اور باد آورد میں درج ہونے سے رہ گیا وہاں نمبر ۲۳ کے بعد اضافہ کیجئے۔"

اسی طرح غلطی نمبر ۳ کی نشاندہی ان الفاظ میں کی:

"یہ شعر نو دریافت ہے اور مجھ سے سہواً باد آورد میں شامل کرنے سے رہ گیا وہاں اسے نمبر ۴۳ کے بعد اضافہ کیجئے۔"

ملاحظہ ہوا حواشی نسخۂ عرشی زادہ صفحہ ۱۴۴ و ۲۵:

آج کل کے کاتب کی اس غلطی نے کہ وہ مولانا عرشی کے مضمون میں ۲۵ کو ۲۰ کتابت کر گیا اور میری مذکورہ تینوں غلطیوں نے ایک اور گل کھلایا اور وہ یہ کہ جناب نثار احمد فاروقی نے بھی ان چاروں غلطیوں کو اپنے مضامین میں بعینہٖ اخذ کر لیا۔ (ملاحظہ ہو رسالۂ مطالعہ پٹنہ "تلاش غالب") میری وہ غلطیاں جن کی تصحیح میں نے حواشی میں کر دی ہے نثار صاحب بآسانی درست کر سکتے تھے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ نو دریافت کلام نسخۂ عرشی زادہ سے نقل فرماتے ہوئے عجلت یا کسی اور وجہ سے حواشی میں مذکور تصحیح ان کے ذہن سے نکل گئی۔ لیکن خدا جانے کیوں جس طرح مخطوطے کے سنہ کتابت ۱۲۴۱ھ کے معاملے میں نثار صاحب نے حوالے کے بغیر "استفادہ" کیا تھا اسی طرح اس بار بھی نہ آج کل کا حوالہ دیا نہ نسخۂ عرشی زادہ کا اعتراف فرمایا ورنہ وہ ان چاروں غلطیوں کی ذمہ داری سے بچ جاتے۔

بہر حال یہ امر میرے لئے باعث مسرت ہے کہ نثار صاحب اس حد تک میرے اخذ کردہ نتائج پر اعتبار و انحصار فرماتے ہیں۔ آخر میں ایک عرض اور ہے۔ میرا یہ کہنا کہ میں نے غالب کی ڈیڑھ ہزار سے زیادہ تحریریں دیکھی ہیں اور اس بنا پر میں غالب کے خط کی روش سے آشنا ہو چکا ہوں کہ اس معاملے میں فریب نہیں کھا سکتا ایک ایسا دعویٰ ہے جس میں صاحبان فہم و ادراک کے لئے دلیل موجود ہے۔ اگر میں ان اشخاص میں سے ہوتا جنھوں نے غالب کی کوئی اصل تحریر نہیں دیکھی پھر بھی غالب کا خط پہچاننے والوں پر معترض ہیں تو واقعی میرا دعویٰ بے دلیل رہ جاتا۔

پروفیسر آل احمد سرور کے علم میں یہ امر تھا کہ میں برسوں سے غالب کی اصل تحریریں جمع کرنے کا کام کر رہا ہوں اور انھیں مرتب اور شائع کرنا چاہتا ہوں اور یہ بھی کہ میں غالب کا خط بخوبی پہچانتا ہوں اسی لئے سرور صاحب نے مجھے حکم دیا کہ میں امروہے جاکر مخطوطۂ دیوان دیکھوں اور انھیں اطلاع دوں کہ نثار احمد فاروقی صاحب کا مخطوطے کو بخط غالب بیان کرنا کہاں تک صداقت پر مبنی ہے (بیان فاروقی صاحب ہماری زبان ۲۲ اپریل ۱۹۸۱ء) سرور صاحب نے مجھے یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ وہ مخطوطے کو انجمن کے لئے خریدنا اور پھر انجمن کی طرف سے شائع کرنا چاہتے ہیں۔[1]

اب دسنوی صاحب خود فرمائیں کہ میرا دعویٰ مدلل ہے یا غیر مدلل۔ اگر دسنوی صاحب یا ان کے ہم خیال دیگر حضرات میری گزارشات سے متفق نہ ہوں تو پھر نہایت عجیب و غریب صورت یہ دیکھنا پڑے گا کہ ہر اس شخص کی رائے مستند تسلیم کی جائے جو موضوع سے دور کا علاقہ بھی نہ ہو ایسی دخل در معقولات کی صورت میں جو نتائج برآمد ہوں گے ان کا معقول ہونا معلوم۔ اور یوں تو اب غالب نہ ہوئے ورنہ وہ یہ لطیفہ بیان دینے سے رہا کہ وہ

"واللہ باللہ یہی وہ مخطوطۂ دیوان ہے جسے میں نے ۱۲۴۱ھ میں خود مرتب اور اپنے ہی قلم سے نقل بھی کیا تھا۔"

[1] یہ تحریر نامہ میرے پاس محفوظ ہے۔

نزہت کیفی

## سفر مدام سفر

ترائیلے

رات کی تاریکیاں چھٹنے لگی ہیں
قافلہ سورج کا نکلا ہے سفر پر!
جانے کن سمتوں کی جانب چل پڑی ہیں
رات کی تاریکیاں چھٹنے لگی ہیں
زندگی کی جو علامت بن گئی ہیں
وہ حسیں کرنیں بچھی ہیں رہگزر پر!
رات کی تاریکیاں چھٹنے لگی ہیں
قافلہ سورج کا نکلا ہے سفر پر!

## مراسلات

# گنجفہ اور بازیاں

تاش کے کھیل کا عام رواج ہونے سے پہلے گنجفہ کھیلنے کا شوق عام تھا۔ ہمارے ادب میں گنجفے کی اصطلاحیں تلمیح کے طور پر کہیں کہیں نظر آتی ہیں۔ خواجہ آتش کہتے ہیں ؎

یہ بزم وہ ہے کہ لاخیر کا مقام نہیں
ہمارے گنجفے میں بازیِ غلام نہیں

محمد حسین آزاد آبِ حیات میں میر کے حال میں لکھتے ہیں۔

"ہر چند کہ تخلص اُن کا میر تھا مگر گنجفۂ سخن کی بازی میں آفتاب ہو کر چمکے۔"

آتش کے شعر میں بازیِ غلام اور آزاد کے جملے میں میر اور آفتاب گنجفے کی اصطلاحیں ہیں۔ میں نے خود کبھی گنجفہ نہیں کھیلا لیکن اپنے لڑکپن میں لوگوں کو گنجفہ کھیلتے دیکھا ہے۔ میرے محترم عنایت فرما ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کو گنجفے سے بہت دلچسپی رہ چکی ہے۔ انھوں نے بڑی تلاش سے گنجفے کے پتے حاصل کر کے محفوظ کر رکھے ہیں۔ پتے مدوّر شکل کے ہوتے ہیں جن کا قطر تقریباً ایک اِنچ ہوتا ہے اور ان پر ایک طرح کا روغن لگا کر ان کو سخت اور کرخت کر دیا جاتا ہے۔ میں نے موصوف سے دریافت کر کے اس کھیل کے بارے میں جو یادداشت آج سے آٹھ دس برس پہلے لکھ لی تھی وہ اس مراسلے میں پیش کی جا رہی ہے۔

گنجفے کے کھیل میں آٹھ بازیاں ہوتی ہیں جن کے نام ایک شعر میں یوں نظم کر دئے گئے ہیں۔

تاج است و زرِ سفید و شمشیر و غلام
چنگ است و زرِ سرخ و برات است و قماش

پہلے مصرعے کی بازیاں اوپر کی اور دوسرے مصرعے کی نیچے کی بازیاں کہلاتی ہیں۔ اوپر کی بازیوں میں پتوں کی ترتیب بلحاظ اہمیت یہ ہے میر، وزیر، دہلا، نہلا تا اکا۔ نیچے کی بازیوں میں پتوں کی ترتیب بہ لحاظ اہمیت یہ ہے میر، وزیر، اکا، دُوا تا دہلا۔

زرِ سرخ کا میر آفتاب ہے۔ اس سے کھیل دن کو شروع کیا جاتا ہے۔ زرِ سفید کا میر ماہتاب ہے۔ اس سے کھیل رات کو شروع کیا جاتا ہے۔ آفتاب کا عمل طلوعِ صبح سے غروبِ آفتاب تک اور ماہتاب کا عمل غروبِ آفتاب سے طلوعِ آفتاب تک رہتا ہے۔

زرِ سرخ کا میر شیر پر اور وزیر تیندوے پر سوار ہوتا ہے۔ غلام کا میر ہاتھی پر اور چنگ کا وزیر اونٹنی پر سوار ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ دوسری بازیوں کے میر پالکی پر اور وزیر گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں۔ گنجفے کی ہر بازی میں بارہ پتے یعنی کل چھیانوے پتے ہوتے ہیں۔ یہ کھیل تین آدمی مل کر کھیلتے ہیں۔

نوٹ: گنجفہ کا عوامی تلفظ گنجیفہ ہے۔

لکھنؤ۔ ● سید مسعود حسن رضوی

# "کھلا خط" بنام حکومت و ڈائرکٹر جنرل سنسز۔ دہلی

مردم شماری مارچ ۱۹۷۱ء چونکہ الیکشن بعد فوراً ہی شروع کر دی گئی تھی، اس لئے شکست خوردہ تمام پارٹیوں (جن سنگھ، شیو سینا، بی۔ کے۔ ڈی، ایس ایس پی وغیرہ) کی ذہنیت کے لوگوں نے انتقامی جذبات و تعصبات سے دل کھول کر اور دماغ چونکہ آؤٹ تھا اس لئے آنکھیں موند کر کام کیا ہے، غیر قانونی و غلط اندراجات کی وجہ سے ۶۰-۷۰ فیصدی مردم شماری غلط ہوئی ہے۔ اور ۲۵-۳۰ فیصدی قصداً چھوڑ دی گئی ہے۔ ثبوت میں ضلع بنارس کا نمونہ پیش ہے

ضلع بنارس میں انجمن ترقی اردو نے پہلے ہی سے خاص اہتمام کیا اور خاص مردم شماری سے متعلق ہزاروں کی تعداد میں اشتہارات بھی تقسیم کرائے، محلہ محلہ مختلف سکریٹریوں، رضاکاروں و متعدد ہمدردانِ اردو نے بہت مستعدی سے کام کیا، تاہم جناب داتا رسول صاحب سکریٹری کے پاس جہاں جہاں سے شکایت نامے آئے ہیں ان میں سے چند قابلِ ذکر درج ذیل ہیں۔

| شکایت نامے کا مقام | | تاریخ |
|---|---|---|
| ۱۔ علی پور | شہر بنارس | ۱۹ مارچ |
| ۲۔ نواب گنج | " | ۱۸ " |
| ۳۔ چیت گنج | " | ۱۹ " |
| ۴۔ کھریا | ضلع بنارس | " " |
| ۵۔ گوپی گنج | " " | ۲۲ " |
| ۶۔ کچھوا بازار | | ۳۰ " |
| ۷۔ برنا پل، احاطہ الفت بی بی | " | یکم اپریل |
| ۸۔ محلہ سریاں | شہر بنارس | " " |
| ۹۔ رام نگر | ضلع " | ۱۸ مارچ |
| ۱۰۔ موضع کھریا | " | ۳ اپریل |

یہ دوسری درخواست ہے جس میں ۱۲۷ لوگوں کی مردم شماری نہیں ہوئی۔

ان شکایت ناموں کے مختصر اقتباسات درج ذیل ہیں۔

اوّل۔ مسلمانوں کے نام پر بھی ہندو اور مادری زبان ہندی لکھی گئی ہے۔ مثلاً الٰہی بخش بکھو کر ہندو، مادری زبان ہندی لکھا گیا ہے۔

دوم۔ سفید کاغذ پر یا پرائیویٹ نوٹ بک پر لکھ کر گھر پر فارم کی خانہ پری من مانی کی گئی ہے اور غلط اندراج کیا گیا ہے۔

سوم۔ کہیں پر اپنے جی سے بلا کہیں سے پوچھے مادری زبان ہندی لکھا جب لوگوں نے اعتراض کیا تو سنسس والے نے کہا ہم کو ہندی ہی لکھنے کا حکم ہے۔ بعض مقامات پر صرف ایک جگہ بیٹھ کر بیسیوں گھر کا سنسس کر لیا جس کی گھر والوں کو خبر نہیں۔ چہارم کہیں پر مردم شماری کرنے والوں سے مادری زبان ہندی لکھنے پر جب اعتراض کیا گیا اور کہا گیا کہ اردو لکھئے تو کہا کہ اردو چوتھی زبان ہے وہ نہیں لکھیں گے، راشٹر بھاشا ہندی ہے وہی لکھیں گے۔

پنجم۔ محلہ سرپاٹن بنارس میں یکم اپریل بلکہ دوسری تک بھی مردم شماری نہیں کی گئی جس میں تقریباً پانچ سو مکانات میں اور چار پانچ ہزار باشندے ہیں ۱۳ اپریل کو جبکہ ہم نے (احمد مکرم اعظمی و داتا رسول) شکایت نامہ پیش کیا تب ڈپٹی ڈائرکٹر ریجنل سنسس بنارس نے فوری طور پر مردم شماری کرائی، اللہ ان کا بھلا کرے ہم لوگوں نے ڈپٹی صاحب کا شکریہ ادا کیا۔

اسی طرح موضع کھریا میں ۱۲۷ آدمیوں کی مردم شماری ۴ اپریل تک نہیں ہوئی جیسا کہ ڈاکٹر تجدد علی صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو کھریا نے خود ان عام لوگوں کا نام بنام شمار کر کے لکھ بھیجا ہے۔

ششم۔ ایک صاحب نے خود جا کر اپنی بیوی کو گھر میں بھیج کر دس پرانی میں سے صرف ۳۔۴ کا نام لکھ کر بقیہ کو چھوڑ دیا اور کہا کہ سب کا نام لکھنا ضروری نہیں ہے۔

مشتے نمونہ از خروارے، ایک ضلع بنارس میں جب کہ سیکڑوں نظر انداز کر دئے گئے اور غلط اندراج کیا گیا ہے پھر سارے ملک کا کیا حال ہوگا؟ ہماری گذارش ہے کہ

(الف) دو ہفتہ کا مزید وقت دیا جائے۔ (ب) غیر قانونی اور غلط اندراج پر مقدمہ چلایا جائے (ج) جہاں سنسس نہیں ہوا وہاں دوبارہ کرایا جائے۔

الحاج احمد مکرم اعظمی (رکن خاص انجمن)، اردو بازار بنارس

داتا رسول، سکریٹری انجمن ترقی اردو بنارس

شیو ناتھ پرشاد، جنرل سکریٹری بنارس

## ناصر خسرو کے سفرنامہ کے اردو ترجمے

جناب ظ انصاری کا ایک خط 'ہماری زبان' (۱۰۸۱ مد) میں چھپا ہے۔ اس کے بارے میں عرض ہے کہ سفرنامہ ناصر خسرو کا جو نسخہ پیرس سے طبع ہوا تھا اسی زمانہ (۱۸۸۲ء) میں خواجہ الطاف حسین حالی نے سفرنامہ ناصر خسرو مرتب کر کے مطبع اخبار خیر خواہ ہند دہلی سے چھاپا اور اس پر ایک تحقیقی مقدمہ فارسی میں لکھا تھا جس میں ناصر خسرو کے مذہب کی تحقیق بھی شامل تھی حالی کے نسخہ کا متن اور نسخہ پیرس کے متن کا انحصار نواب ضیاء الدین احمد خاں نیر کے نسخہ پر تھا جو اکبر کے کوکہ میرزا عزیز کے کتب خانہ میں رہ چکا تھا انجمن ترقی اردو نے ۱۹۴۱ء میں محمد عبدالرزاق کانپوری کا جو اردو ترجمہ چھاپا تھا وہ حالی کے متن پر منحصر تھا ہاں اس کی تصدیق دوسرے نسخوں سے بھی کی گئی تھی انجمن کے نسخہ سے قبل اردو میں سفرنامہ ناصر خسرو کا ایک اور ترجمہ عثمانی پریس بدایوں سے ۳۸۔۱۹۳۷ء میں طبع ہوا تھا اس ترجمے کا انحصار برلن اور میرزا محمد کے نسخہ طبع ۱۳۰۹ پر ہے مترجم کا نام چودھری ثروت اللہ کرمانی ہے مترجم کے والد چودھری محب اللہ ڈپٹی کلکٹر نے ایک مقدمہ لکھا ہے مترجم ثروت اللہ کرمانی مشہور فارسی نثر نگار احسان اللہ ممتاز کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے ۱۹۲۶ء میں حکیم ذکی احمد خاں کے اہتمام سے سفرنامہ ناصر خسرو کا ایک اڈیشن جید برقی پریس دہلی سے چھپا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ناصر خسرو مشہور فلسفی تھے اور ان کا تعلق اپنے زمانہ کی ایک سیاسی تحریک سے تھا جس کے وہ مستند مفکر تھے۔ اسماعیلی تحریک کی اساس عقل اور مذہب کی مخصوص تاویل پر منحصر ہے جس علاقہ (سواد الموت) میں ان کی زندگی کے آخری ایام گزرے اس کے قرب و جوار کا علاقہ حسن بن صباح کی تحریک کا مرکز تھا

ناصر کی وفات اور الموت کے قلعہ کی فتح میں دو یا تین برس کا فرق ہے میرے خیال میں نزاریوں سے ان کو ایک نسبت ضرور ہے جس کی تفصیل کے لئے ہماری زبان کے اوراق شاید مناسب نہ خیال کئے جاویں۔

علی گڑھ • فرخ جلالی

## حلقۂ اربابِ ذوق کی نشست

"حلقۂ ارباب ذوق" گورکھپور کے زیر اہتمام خاطر حافظی کے مکان پر زیر صدارت ڈاکٹر احمر لاری ایک ادبی نشست منعقد ہوئی جس میں شمس الرحمٰن فاروقی کے مضمون "نظم اور غزل کا امتیاز" مطبوعہ "شب خون" شمارہ مارچ ۱۹۷۱ء پر مذاکرہ ہوا۔

بحث کا آغاز کرتے ہوئے جالب نعمانی نے کہا کہ پہلے جو غزل اور نظم میں فرق تھا وہ اب ختم ہوتا جا رہا ہے، نئی نظم میں بھی غزل کی زبان استعمال ہو رہی ہے اور انداز بیان بھی کم و بیش غزل کا ہی ہے۔ فاروقی صاحب کا یہ خیال صحیح ہے کہ ایسا وقت بھی آسکتا ہے جب نظم اور غزل کی تفریق بے معنی ہو جائے۔ آج اردو شاعری کا کارواں اسی منزل کی طرف گامزن ہے۔ ریاض انور نے جالب نعمانی کے خیال سے اتفاق کیا۔

اشفاق احمد اعظمی نے وزیر آغا کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ گیت، غزل اور نظم مزاج کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ زبان اور انداز بیان کی یکسانیت کے باوجود غزل اور نظم میں مزاج کا فرق آج بھی برقرار ہے۔ فاروقی صاحب نے اپنے مضمون میں اسی فرق کی نشاندہی کی ہے۔

خاطر حافظی نے کہا کہ نئی نظم استعاراتی زبان اور داخلی انداز بیان اپنانے کے باوجود واقعات سے کنارہ کش نہیں ہو پائی ہے، جبکہ غزل کی بنیادی خصوصیت غیر واقعیت ہے۔ فاروقی صاحب نے اسی چیز کو غزل اور نظم کے درمیان مابہ الامتیاز قرار دیا ہے۔

آخر میں ڈاکٹر احمر لاری نے کہا کہ فاروقی صاحب کے پیش نظر غزل اور نظم کے بنیادی فرق کی وضاحت رہی ہے۔ مستقبل کے بارے میں پیشن گوئی کرنا ان کا مقصد نہیں رہا ہے۔ ان کے مضمون کا ماحصل یہ نہیں کہ مستقبل میں غزل اور نظم کا فرق مٹ جائے گا۔ بلکہ وہ اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ نئی نظم زبان اور انداز بیان میں غزل سے متاثر ہونے کے باوجود اب بھی واقعات کے محور پر گھومتی ہے، جب کہ غزل میں واقعات کا نہیں بلکہ تاثرات کا اظہار ہوتا ہے۔ فاروقی صاحب نے جس چیز کو غیر واقعیت کہا ہے میں اسے ارتکاز کہوں گا اور یہی چیز غزل کو نظم سے ممتاز کرتی ہے۔

مذاکرہ کے بعد شعری نشست ہوئی جس میں احمر لاری، اشفاق احمد اعظمی، جالب نعمانی، خاطر حافظی، رضوان اللہ، ریاض انور، عبید اختر، انعام اللہ صدیقی اور محمد شعیب نے اپنا اپنا کلام سنایا۔

گورکھپور۔ • جالب نعمانی

## غالب کا اسلوب از ذکاء اللہ دہلوی

شمس العلماء ذکاء اللہ دہلوی نے ایک مضمون بعنوان "غالب کا اسلوب" لکھا تھا یہ ان کی حیات میں کہیں شائع بھی ضرور ہوا تھا۔ مگر کہاں یہ میری یادداشت میں درج نہیں۔ اگر کسی ریسرچ اسکالر نے ذکاء اللہ مرحوم کے مضامین کی کوئی فہرست مرتب کی ہو اور مذکورہ مضمون کا حوالہ نوٹ کیا ہو تو ہماری زبان کے ذریعے مجھے اطلاع دے کر نوازیں۔

رامپور۔ • اکبر علی خاں عرشی زادہ

## اخبار و اذکار

### اردو کے مرکز لکھنؤ میں اردو سے نا انصافی

لکھنؤ۔ اردو کے تاریخی مرکز شہر لکھنؤ کے مختلف علاقوں میں مردم شماری کے شمار کار مادری زبان کی حیثیت سے اردو کا اندراج نہیں کر رہے ہیں یا اردو بولنے والے علاقوں کو نظر انداز کر رہے ہیں۔

جمعیۃ العلماء شہر لکھنؤ کے جنرل سکریٹری خواجہ محمد رائق ایڈوکیٹ نے ایک بیان میں بتایا ہے کہ ایسی شکایات کھدرا، ڈالی گنج، سعادت گنج، حسین آباد، بلوچ پورہ اور بجدیاں وغیرہ سے ملی ہیں کہ شمار کاروں نے خانہ نمبر ۱۴ میں اردو کو مادری زبان نہیں درج کیا یا کوئی شمار کار وہاں نہیں آیا ہے۔ کچھ جگہوں پر پورے پورے کنبوں کو شمار کاروں نے نظر انداز کر دیا ہے۔ اردو دوستوں کا فرض ہے کہ وہ ایسی شکایات تحریری طور پر درخواستوں کی شکل میں مقامی جمعیۃ العلماء کے مردم شماری دفتر کربلا بوتراب کو بھیجیں یا بذریعہ ٹیلی فون نمبر ۲۲۹۸۱ پر سویرے سات سے نو بجے تک اور شام کو سات سے آٹھ بجے تک اس کی اطلاع کر دیں۔

• قومی آواز لکھنؤ

### مردم شماری کے ذریعہ صحیح تصویر سامنے آنا مشکل ہے

لکھنؤ: ثمر سبزواری سکریٹری مردم شماری کمیٹی ادارہ فروغ اردو ہند نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ موجودہ مردم شماری اتنی غلط اور غیر قانونی طریقہ سے کی گئی ہے اور اس قدر مادری زبان اردو کو نقصان پہنچایا گیا ہے جس سے عوام کے سامنے مردم شماری کی صحیح تصویر آنا مشکل ہے۔

ثمر سبزواری نے کہا کہ اخبارات کے اخبارات مردم شماری کی بے عنوانیوں سے سیاہ ہیں لیکن محکمہ مردم شماری کے افسران خاموشی سے تماشائی بنے بیٹھے ہیں انھوں نے کہا کہ ان حالات نے مجبور کر دیا ہے کہ مردم شماری کی بے ضابطگیوں کے خلاف عدالت عالیہ کے دروازوں کو کھٹکھٹاؤں اس لئے میں مردم شماری کی بے عنوانیوں اور لاقانونیت کے خلاف محکمہ مردم شماری پر ایک مقدمہ دائر کرنا چاہتا ہوں اور محبان اردو سے اپیل کرتا ہوں کہ جن علاقوں میں مردم شماری میں بے عنوانیاں ہوئی ہوں اور قانونی بے ضابطگیاں برتی گئی ہیں اور مادری زبان اردو کا لسانی عصبیت کے باعث اندراج نہیں کیا گیا ہے یا اردو جاننے والوں کی تعداد کم دکھانے کے لئے ان علاقوں میں اب تک مردم شماری نہیں کی گئی ہے ان سب علاقوں کی مردم شماری اور اس سے متعلق تمام تر تفصیلات صحیح طور پر ثمر سبزواری سکریٹری مردم شماری کمیٹی ادارہ فروغ اردو ہند لکھنؤ کے نام بھیج دیں۔

الجمعیۃ۔ دہلی

### مردم شماری میں اردو سے بے انصافی

لکھنؤ۔ گذشتہ ماہ ہونے والی مردم شماری کے دوران اترپردیش کے بعض اضلاع میں اردو والوں کے ساتھ جو زیادتیاں ہوئی ہیں اور حق تلفیاں کی گئی ہیں اردو تنظیموں پر اس کا شدید رد عمل ہوا ہے اور اب یہ مطالبہ زور پکڑتا جا رہا ہے کہ جن علاقوں میں بڑے پیمانے پر زیادتیاں ہوئی ہیں وہاں مردم شماری دوبارہ کرائی جائے اور مقامی اور ریاستی سطح پر کام کرنے والی اردو تنظیموں کی جانب سے جو شکایتیں کی گئی ہیں ان کی جانچ کرائی جائے۔

اردو محافظ دستہ کے ذمہ داروں نے اس سلسلے میں چیف سکریٹریں، حکومت یوپی اور یوپی کے متعلقہ کے ڈائرکٹر مردم شماری سے بھی اس نوعیت کی شکایات کرنے کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ ریاست کے فساد زدہ علاقوں میں مردم شماری ملتوی کرائی جائے۔

ان حالات میں اردو محافظ دستے کے یوپی کے صدر سید افسر حسین ایڈوکیٹ نے دستے کی ورکنگ کمیٹی کے ممبران پر مشتمل ایک مردم شماری تحقیقاتی کمیٹی کی تشکیل کی ہے جس میں دو ممبران پارلیمنٹ جناب چندرجیت یادو (اعظم گڑھ) اور سرجو پانڈے (غازی پور) بھی شامل ہیں۔

کمیٹی کے ممبران اہم مقامات خصوصاً مرادآباد، پیلی بھیت اور علی گڑھ کا دورہ کریں گے اور جمع شدہ شکایات کی بنیاد پر مردم شماری کے ڈائرکٹر جنرل، صدر جمہوریہ اور وزیر اعظم کو توجہ نامے پیش کریں گے۔ کمیٹی وزیر اعظم کی توجہ اس بات کی جانب بھی مبذول کرائے گی کہ ۱۰ مارچ سے ۳۱ مارچ تک اترپردیش میں جن سنگھ کی ملی جلی سرکار تھی اور زیادہ تر شمار کاروں کا کہنا ہے کہ انھیں جو پالیسی بتائی گئی تھی انھوں نے اس پر عمل درآمد کیا۔

• قومی آواز لکھنؤ

### مردم شماری سے متعلق شکایات

دہلی: ابھی تک پرانی دلی کے ایسے بہت سے علاقے ہیں جہاں پر مردم شماری کرنے والے عملے کے لوگوں نے پہنچنے کی تکلیف گوارا نہیں کی ہے جبکہ صرف پانچ روز بعد یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ اس میں کوچہ رحمٰن اور آس پاس کے علاقے ابھی تک ان حضرات کے کرم سے مستفیض نہیں ہوئے کیا دوسرے لوگوں کی طرح مردم شماری کے اندراج کے معاملے میں بھی گھر بیٹھ کر خانہ پری

کام نہیں لیا جائے گا۔ لہٰذا آپ جلد از جلد اس سلسلہ میں متعلقہ حکام کی توجہ مبذول کرائیں اور اگر مناسب سمجھیں تو جن علاقوں میں ابھی تک یہ لوگ نہیں پہنچ پائے ہیں ان علاقہ کے لوگوں کو ایک اعلان کے ذریعہ مطلع کریں کہ وہ اس سلسلہ میں قدم اٹھائیں اور اپنے حقوق کی حفاظت خود کریں کیونکہ صدیوں کے تجربے سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جمہوری طرز حکومت میں حقوق دئے نہیں جاتے بلکہ لئے جاتے ہیں قانون اور عدم تشدد کے دائرہ میں رہ کر مجھے امید ہے کہ آپ اپنے اخبار کے ذریعہ اس سلسلہ میں ضروری مناسب کارروائی کر کے عوام کی اور متعلقہ حکام کی توجہ اس طرف مبذول کرانے میں کامیاب ہوں گے۔

محمد سلیمان بلیماران دہلی ۶

## مادری زبان کی جگہ مظفرپوری

مظفرپور: پانی پور تھانہ کے مشہور سماجی کارکن جناب مولوی منظر عالم صاحب (مکھیا موضع کادواجک جادہ) نے ضلع مردم شماری افسر سے اس بات کی شکایت کی ہے کہ اس علاقے میں بعض مردم شماری کرنے والوں نے خانہ نمبر ۱۴ میں مادری زبان کی جگہ پر اردو ہندی کے بجائے مظفرپوری لکھا ہے۔

• سیاست جدید کانپور

## مردم شماری میں بددیانتی

مظفرنگر: یہاں مردم شماری کرنے والے زبان کے معاملے میں بددیانتی سے کام لے رہے ہیں اور مردم شماری کرتے وقت زبان کے بارے میں کچھ نہیں پوچھتے بلکہ اپنی مرضی سے جو چاہے زبان کے خانہ میں لکھ دیتے ہیں اعلیٰ متعلقہ افسران کو اس طرف توجہ دینی چاہئے۔

• سیاست جدید کانپور

## اردو قصیدہ گوئی زندہ ہے اور زندہ رہے گی!

### ریسرچ اسکالر کمال الدین صاحب کی صولت لائبریری کی ادبی نشست میں تقریر

رامپور: صولت لائبریری میں اردو قصیدہ گوئی بیسویں صدی میں کے موضوع پر ایک ادبی نشست منعقد ہوئی مذکورہ موضوع پر جناب کمال الدین صاحب ریسرچ فیلو پٹنہ یونی ورسٹی نے اظہار خیال کیا جس میں قصیدہ گوئی کے فن اور اس کے عناصر پر بھرپور روشنی ڈالی گئی۔ مقرر نے نہایت واضح طور پر قصیدہ میں مقررہ تصورات اور ان میں مسلسل اضافے کی بھی نشاندہی کی آخر میں کہا گیا کہ اردو قصیدہ گوئی کی صنف اس اعتبار سے کبھی فنا نہ ہوگی کہ اس میں شاہوں کی مدح، اولیائے کرام کے اوصاف وقت کی بے راہ روی، سیاست اور مذہب اور ملکی فلاح و بہبود کے عناصر نہایت جامع صورت میں نمایاں ملتے ہیں اور ان میں مزید ترقی کے امکانات روشن ہیں اس جلسہ کی صدارت ڈاکٹر ٹی این سری واستو ایوفیسکل سائنس کے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ نے انجام دی نسیم الحسن صاحب آنریری لائبریرین صولت لائبریری نے کمال الدین صاحب سے متعلق تعارفی تقریر کی۔ دور آفریدی نے سکریٹری شپ کے فرائض انجام دئے آخر میں صدارتی تقریر ہوئی اس جلسے میں شہر کے پروفیسروں ادیبوں، شاعروں اور ادب دوست حضرات نے ایک بڑی تعداد میں شرکت کی۔

• ناظم رامپور

## بیڑ میں انجمن و دارالمطالعہ کا قیام

بیڑ: ضلع بیڑ (مہاراشٹرا) میں انجمن ترقی اردو ہند کی شاخ کا قیام عمل میں آیا۔ اور حسب ذیل عہدیداران و اراکین منتخب ہوئے۔

صدر: جناب محمد نصیر الدین فاروقی صاحب

نائب صدر: جناب سیاجی راؤ پنڈت (ممبر پارلیمنٹ)

جنرل سکریٹری: جناب محمد عبدالنعیم زاہد صاحب۔

سکریٹری: جناب محمد امین الدین صاحب

اراکین: جناب الحاج احمد الدین عبدو صاحب، جناب صفدر علی دیشمکھ صاحب، جناب لیاقت علی دیشمکھ صاحب جناب عبدالرشید صاحب، جناب دوارکا داس جی نفری صاحب، جناب بلونت راؤ کدم صاحب، جناب شریپت راؤ کدم صاحب۔

مورخہ یکم مارچ ۱۹۹۱ء کو دفتر انجمن ترقی اردو ہند اور انجمن کے زیر نگرانی چلنے والے دارالمطالعہ کا افتتاح ہند و پاک کے مشہور شاعر عالی جناب، پدم شری سکندر علی وجد صاحب کے دست مبارک سے عمل میں آیا اس موقع پر اراکین عہدیداران کی جانب سے آپ کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ خصوصی مہمان کی حیثیت سے ڈاکٹر منیر اکبر علی اور جناب محمد شریف صاحب نے شرکت کی۔ اسی موقع پر جناب وجد صاحب نے دارالمطالعہ کے لئے قیمتی کتب بطور تحفہ عنایت فرمائیں جس کے لئے مقامی عہدیداران و اراکین انجمن شکرگزار ہیں۔

• نامہ نگار

## عبدالقادر سروری کی یاد میں تعزیتی جلسہ

اردو ریڈنگ روم میں ایک خصوصی تعزیتی اجلاس بصدارت جناب ڈاکٹر محمد سلطان محی الدین صدر انجمن منعقد ہوا جناب فضل الرحیم طرار کرنولی ایم۔ اے (عثمانیہ) لیکچرار اردو گورنمنٹ کالج کنڈکور نے تقریر کی اور مرحوم کی علمی و ادبی خدمات کو پیش کرتے ہوئے خراج عقیدت پیش کیا اور ان کی موت کو

ایک نقصان عظیم قرار دیا۔ جناب سید میر رحمت اللہ نے قرارداد پیش کی اور دو منٹ کی خاموشی منائی گئی۔

"تعزیتی قرارداد"

انجمن ترقی اردو کا یہ جلسہ حضرت مولانا پروفیسر عبدالقادر سروری صاحب صدر شعبۂ اردو کشمیر یونیورسٹی کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ یہ اجلاس محسوس کرتا ہے کہ مولانا مرحوم کی وفات سارے ہندوستان کے لئے ایک سانحۂ عظیم ہے اور ایک ایسا نقصان ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ مولانا کی وفات حسرت آیات سے جو ادبی نقصان سارے ہندوستان کو ہوا ہے اور خصوصاً جو خلا دکن کی ادبی دنیا میں پیدا ہوگیا ہے وہ شاید ہی پر ہوسکے۔ ہم دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

• سید رحمت اللہ میر

## ریاست بہار میں مردم شماری کرنے والوں نے اردو کے ساتھ سوتیلے پن کا برتاؤ کیا ہے

مظفرپور۔ جناب محمد اصغر حسین اعجازی ایڈوکیٹ (صدر عوامی تنظیم) و جناب عبدالشکور انصاری (صدر اقلیتی بورڈ) نے اخباری نامہ نگاروں کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ مردم شماری کرنے والوں نے ایسے دوکانداروں کو جو دوکان کے اندر بود و باش کرتے ہیں، مردم شماری نہیں کی ہے، اکثر جگہوں سے یہ بھی شکایت ملی ہے کہ باوجود لوگوں کے بتلانے کے بھی لوگوں کی تعداد کم کرکے لکھی ہے۔

اس کے علاوہ جن لوگوں کی مادری زبان اردو ہے ان کے بتانے کے باوجود بھی ان کی مادری زبان غلط لکھ دی ہے اور حالیہ مردم شماری میں اقلیت کے لوگوں خصوصاً مسلمانوں اور نچلے طبقہ کے لوگوں کی مردم شماری غلط کی گئی ہے اس سلسلہ میں جناب اصغر حسین اعجازی اور جناب عبدالشکور انصاری نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ اس کی فوری جانچ کی جائے اور ان باتوں کے درست ہونے پر ایسے کارکنان کو سخت سزائیں دی جائیں۔

• سیاست جدید کانپور

## بہرائچ میں مردم شماری عملہ کی دھاندلی

بہرائچ۔ یہاں تحصیل بہرائچ کے تھانہ اکونہ کے علاقہ میں مردم شماری کے کام میں بے قاعدگی اور دھاندلی کی متعدد شکایتیں آئی ہیں بتایا جاتا ہے کہ علاقہ کے ایک معزز کارکن نے زبان کے خانہ میں اپنی اردو نہ لکھنے پر شمار کار سے مطالبہ کیا کہ وہ صحیح اندراجات کرے اور جن لوگوں کی مادری زبان اردو ہے اور جو اردو درج کرانے پر اصرار کر رہے ہیں تو ان کی زبان ہندی کس طرح لکھی جائے گی۔

معلوم ہوا ہے کہ باوجود مطالبے کے شمار کار نے ان لوگوں کی زبان ہندی درج کی جس پر بیان کیا جاتا ہے کہ شمار کار نے مردم شماری کا پیڈ پھینک کر اردو درج کرانے والوں کے خلاف مقدمہ قائم کرا دیا اس طرح کارکن کا چالان ہوگیا اور وہ ضمانت پر رہا کیا گیا۔

کارکن کے جیل خانے کی ڈاکٹری رپورٹ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے چوٹیں پہنچائی گئی ہیں۔

• الجمعیۃ دہلی

## اردو اسکول کی کامیابی

حکومت مہاراشٹر کے فائر اینڈ ڈائرس کے دفتر کے زیر اہتمام فائر سروس ڈے منانے کے سلسلے میں "آتش زدگی سے تحفظ" سے متعلق مختلف زبانوں میں موزوں نعرے مرتب کرنے کا بمبئی کے اسکولوں کے مابین مقابلہ ہوا تھا جس میں ہاشمیہ ہائی اسکول کے طلبہ نے اردو اور گجراتی دونوں گروپوں میں پہلے اور دوسرے انعامات (۵۱ اور ۲۱ روپے بالترتیب) حاصل کئے ۱۴ اپریل ۱۹۷۱ء کو فائر سروس ڈے کے موقع پر منعقدہ تقریبی جلسے میں طلبہ نے مہاراشٹر کے گورنر کے ہاتھوں انعامات پائے۔

• عبدالرحمن۔ بمبئی

## ادارہ تجدید ادب بھوپال کا چوّن واں

## طرحی مشاعرہ

بھوپال ۔ گزشتہ شب ادارۂ تجدید ادب بھوپال کا چوّن واں ماہانہ طرحی مشاعرہ باب قاضی زین العابدین اوتیا پارک میں حاجی محمد موسیٰ صاحب کی رہائش گاہ پر پروفیسر آفاق احمد صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس مشاعرہ کا مصرعۂ طرح تھا۔

"کیا بات ہے کہ رند کوئی جاگتا نہیں"

طرحی مشاعرہ میں بھوپال کے مختلف مکتبۂ ہائے فکر کے شعرائے شرکت کی جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

سید منظور علی منظور ، ارشد صدیقی ،
شاہد بھوپالی ، محمد موسیٰ ،
حفیظ بھوپالی ، نور محمد قمر ،
سید اختر علی اختر ، مضطر صہبائی ،
بشر صہبائی ، صابر نیازی ،
سرفراز دانش ، افسر صہبائی ،
عبد المتین نیاز ، باقر علی تابش ،
طاہر بھوپالی ، عمر روشن ،
حسنت نیازی ، مختیار حسین ضیا ،
خلجی بھوپالی ، ذوقی فاروقی ،
محشر بھوپالی ، ماہر اناّدی ،

بابو سیٹھ ۔ طرحی مشاعرہ کے اختتام پر غیر طرحی دور ہوا جس میں عشرت قادری ، ساجد تحقی ، نے اپنا کلام سنایا۔

آخر میں صاحب صدر نے اپنی صدارتی تقریر میں بھوپال کے شعری ادب اور طرحی مشاعروں کی اہمیت پر روشنی ڈالی آپ نے فرمایا کہ ادارۂ تجدید ادب بھوپال کا غالباً واحد ادارہ ہے جو ماہانہ طرحی مشاعروں کی روایات کو برقرار رکھے ہوئے ہے اور اس سلسلہ میں یہ ادارہ لائق مبارک باد ہے آپ نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ ادارہ میں پڑھی ہوئی تخلیقات کو وقتاً فوقتاً کتابی شکل میں شائع کرایا جائے۔ مشاعرہ کی کارروائی ایک بجے رات کو بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔

• سید اختر علی اختر ۔ سکریٹری

## یوم حسینؓ

## طرحی مشاعرہ ۔ اردونی

اردونی ۔ حسب اعلان انجمن ترقی اردو اردونی کے زیر اہتمام ایک طرحی مشاعرہ بمقام مولانا محمد علی پارک منعقد ہوا۔ جس کی صدارت عالی جناب پروفیسر سید درویش قادری صاحب ذکی ایم۔اے (اسلامیہ عربی کالج کرنول) نے فرمائی۔

چودھری محمود (معتمد عمومی) نے استقبالیہ تقریر کی۔ اور صدر مشاعرہ نے بصیرت افروز خطبۂ صدارت دیا۔ ایس پی عبد الباسط صاحب (نائب معتمد) نے اناؤنسنگ کے فرائض انجام دئے۔ حسب ذیل شعرائے کرام نے طبع آزمائی فرمائی۔

سید درویش قادری صاحب ذکی (صدر مشاعرہ)، بی۔ ڈی غوث محی الدین صاحب عاقل (مہمان خصوصی)، استاد الشعراء ابن شیخ صاحب نیّر، بشیر اردونی، علیم اردونی، چشتی نظامی، نور نور دریا، مولانا گرامی، سلام اردونی، نائل اردونی، مستان وفی، سید حبیب سید، عرش کرنولی، شیخ مدنی، مہر لطیفی جوہر (بلاری)، باسط اردونی، مسعود قمر، ظہیر حیدری، اشرفی، ساقب حیدری، مدہوش حیدری وغیرہ۔

• چودھری محمود ۔ معتمد عمومی

## اقدار اور آیات

گزشتہ ہفتہ ماہنامہ اقدار (ظفر ادگانوی) اور ماہنامہ آیات (کامل اختر) کا رسم اجرا ہوا۔ یہ دونوں رسالے معیاری اور خوبصورت ہیں، ان کی طباعت اور کتابت اچھی ہے اقدار رسالہ سائز میں اور آیات کتابی سائز میں شائع ہوا ہے، اگر سال دشواریوں اور آپسی جھگڑوں سے یہ رسالے محفوظ رہے تو اردو ادب کی ترقی میں خاص کردار ادا کریں گے۔

• اے۔ این۔ پرویز

## اردو سرکاری زبان

دہلی، ۱۰ اپریل کل رات وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے قومی زندگی کے کئی شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے ریڈیو پر جو بات چیت کی اس کے دوران ان سے یہ سوال بھی ہوا کہ وہ اردو کو بہار اور یوپی کی دوسری سرکاری زبان بنانے کے مطالبے کو تسلیم کرنے کے لئے کارروائی کریں گی تو وزیر اعظم نے کہا کہ دستور میں اس سلسلہ میں جو تحفظات دئے گئے ہیں حکومت ان پر عمل کرنے کی پابند ہے۔

• نامہ نگار

---

## ہماری زبان

کو مضامین و مراسلات ارسال کرتے وقت یہ خیال رکھیں کہ وہ کاغذ کے ایک طرف لکھے ہوں۔ (ادارہ)

# تبصرے

ڈاکٹر شمیم حنفی

کتاب : زہرِ حیات (مجموعہ کلام)

مصنف : زاہدہ زیدی

کچھ لوگ نئی شاعری کی حدود کے تعین میں بنیادی اہمیت نئے طرزِ اظہار اور نئی صوتی و لسانی ہیئتوں کو دیتے ہیں۔ احساس اور اظہار کی نوعیتوں کو الگ الگ دیکھنے کی کوشش مناسب نہیں۔ لیکن اکثریت ان لوگوں کی ہے جو موضوع اور مسائل کے حوالے سے کسی عہد اور پھر اس عہد کی مروجہ نفسیات کے وسیلے سے شعر و ادب کے نئے تجربوں کا تجزیہ کرتے ہیں۔ یہ راستہ نسبتاً سہل ہے اس لئے خود ہمارے زمانے میں نئی اور پرانی شاعری کی پہچان کے لئے چند مخصوص اصطلاحات، علامتوں، موضوعات اور اذکار کا تذکرہ بار بار ہوا ہے۔ اس طرح وہ باتیں جو ابتدا میں بظاہر نئی معلوم ہوتی تھیں اب فارمولوں کی شکل اختیار کرتی جا رہی ہیں اور موجودہ عہد کی تہذیبی انفرادیت کے خطوط اتنے راسخ ہو گئے ہیں کہ بہت سے شعرا اپنی انفرادیت کے اظہار کے لئے بھی انھیں مروجہ خطوط کا سہارا لیتے ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے، یک رنگی اور یکسانیت کے شور میں بہت کم آوازیں اپنی الگ پہچان کا پتہ دینے میں کامیاب ہو سکی ہیں۔

زہرِ حیات کی شاعری کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس میں موجودہ عہد کی عام نفسیات اور مسائل کا احاطہ بھی ذاتی ادراک اور تجربوں کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ اسی لئے اس مجموعے میں ان چند الفاظ کی یلغار نظر نہیں آتی جو کثرتِ استعمال کے باعث اپنی قیمت کھو چکے ہیں۔ اس مجموعے میں ۱۹۵۵ء سے ۱۹۷۵ء تک کی نظمیں اور غزلیں شامل ہیں۔ اردو کی شعری روایت کی روشنی میں یہ عرصہ خاصا طویل ہے اور اس دوران میں شعری اظہار و احساس کے زاویوں میں مسلسل تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ تبدیلیوں کے نشانات اس مجموعے کی نظموں میں بھی ملتے ہیں لیکن اہم بات یہ ہے کہ جذباتی مسائل اور فکری اضطراب و تجسس کی سمتوں میں نئے رنگوں کی آمیزش انقطاع کا سبب نہیں بنی۔ البتہ ابتدائی نظموں (یاد، موڑ) میں فسردگی کے باوجود آرزومندی کے جو نقوش ابھرے تھے انھوں نے رفتہ رفتہ اعصاب شکن حقیقتوں کے سامنے اعترافِ شکست کی شکل اختیار کرلی۔ چنانچہ حکایت گریزاں، تنہائی، تجربہ، بادل اور متعدد دوسری نظموں میں حقائق کے جبر اور خوابوں کی پسپائی کے خطوط واضح طور پر نمایاں ہوئے ہیں۔ اس طرح یہ نظمیں عام تہذیبی المیے کا اشاریہ بن جاتی ہیں۔ حالیہ نظموں میں (دیوانِ خاص، بند کمرہ، لاشوں کے سوداگر، چڑیا گھر کی کہانی) حقیقت شناسی کا کرب تفکر آمیز طنز میں تبدیل ہو گیا ہے چنانچہ ان میں تاثر کی ترسیل بھی تیز رو اور خلش انگیز ہے۔ تخریب، فاصلے، اجنبی اور بازیچۂ اطفال ہے ان نظموں کا لہجہ نسبتاً مدھم، خوابناک اور پر اسرار ہے اور اس حیرتِ زدگی اور امید و بیم کی کشمکش سے گہری مطابقت رکھتا ہے جو یافت اور نایافت کے دوراہے پر جدید تہذیب کا مقدر بن چکی ہے۔

مجموعے میں چند غزلیں بھی شامل ہیں۔ نظموں کے مقابلے میں ان کا رنگ پرانا ہے۔ پھر بھی جو بات انھیں روایتی ہونے سے بچاتی ہے وہ تازہ کاری اور معنی خیز خیالات کو شعر میں ڈھالنے کا رجحان ہے جو زاہدہ زیدی کی نظموں اور غزلوں دونوں پر حاوی ہے۔

مجموعی طور پر یہ مجموعہ قابلِ قدر ہے۔ اجتماعی فکر اور ذاتی رویے اور لہجے کے کئی دلآویز نقوش اس مجموعے کی نظموں اور غزلوں میں مل جائیں گے۔ کتابت، طباعت، سرورق اور گٹ اپ خوب ہیں۔ ایک سو انیس صفحات کی یہ کتاب

۱۔ مکتبہ جامعہ، جامعہ نگر، نئی دلی اور ۲۔ ۲۲۔ ذاکر باغ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ سے پانچ روپیوں میں طلب کی جا سکتی ہے۔



مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر پبلشر سید تفضل حسین ایم۔ اے نے لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ میں چھپایا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا

REGD. NO. L. 922 فون نمبر ۲۹ R. NO. 2186/57